ریاض احمد
ریسرچ اسکالر یونیورسٹی آف دہلی

ترنم ریاض: اردو افسانے کا ایک معتبر نام

ترنم ریاض کا شمار جموں و کشمیر کے مشہور فکشن نگاروں میں ہوتا ہے۔ وہ بیک وقت شاعرہ، افسانہ نگار، ناول نویس، مترجم اور تنقید نگار تھیں۔ ان کا اصلی نام فریدہ ترنم تھا لیکن ادبی دنیا میں ترنم ریاض کے نام سے مشہور ہوئیں۔ آپ کی پیدائش ۹ا اگست ۱۹۶۳ء کو سرینگر کے علاقہ کرن نگر میں ہوئی۔ موصوفہ نے ابتدائی تعلیم سرینگر سے حاصل کی، بعد ازاں انہوں نے اُردو میں ایم۔ اے کیا اور اس کے بعد ایجوکیشن میں بھی ایم۔ اے کی سند حاصل کی اور کشمیر یونیورسٹی سے ہی ایجوکیشن میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری بھی حاصل کی۔ آپ کی زندگی کا زیادہ تر وقت درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں ہی گزرا۔ آپ نے ایسے دور میں لکھنا شروع کیا جب جدیدیت کا دور اپنے پورے شباب پر تھا۔ جدیدیت کا رجحان ادیبوں کی تخلیقات میں ابھر کر سامنے آ رہا تھا۔ لیکن آپ کی ادبی زندگی کا باقاعدہ آغاز مابعد جدیدیت میں ہوا۔ ۱۹۸۰ کے بعد کے دور کو ہم مابعد جدیدیت کے نام سے جانتے ہیں۔ اس عہد کی سب سے خاص بات یہ ہے کہ فن کاروں کو فنی اور موضوعاتی طور پر پوری آزادی میسر آئی۔ نوے کی دہائی کے افسانہ نگاروں میں ترنم ریاض کا نام اہمیت کا حامل ہے۔ ترنم ریاض نے ادبی زندگی کا آغاز شاعری سے کیا لیکن جلد ہی وہ کہانی اور ناول کی طرف مائل ہو گئیں۔ موصوفہ نے دو بہترین ناول بھی تخلیق کیے ہیں" مورتی " اور" برف آشنا پرندے" جو اردو ناول نگاری کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان ناولوں کے تراجم دیگر زبانوں میں بھی ہو چکے ہیں۔ ان کی تحقیق و تنقید پر بھی کتابیں موجود ہیں ان کی تحقیقی و تنقیدی کتابوں میں چشم نقش قدم ۲۰۰۵، اجنبی جزیروں میں ۲۰۱۵، اور بیسویں صدی میں خواتین کا ادب ۲۰۰۴ وغیرہ شامل ہیں وہ ایک بہترین ترجمہ نگاری بھی ہیں، ان کی تراجمہ ساز کتابوں میں گوسائیں باغ کا بھوت، سنو کہانی، ہاؤس بوٹ پر بلی، قابل ذکر ہیں۔ بنیادی طور پر ترنم ریاض ایک کہانی کار ہیں۔ ان کی پہلی کہانی " مصور" ۱۹۷۵ میں روزنامہ آفتاب" میں شائع ہوئی۔ انہوں نے بہت سی کہانیاں لکھیں ہیں ان کے چار شاہکار افسانوی مجموعے چھپ کر منظر عام پر آ چکے ہیں اور خوب داد و تحسین بھی حاصل کر چکے ہیں۔ ان کا پہلا افسانوی مجموعہ" یہ تنگ زمین" ۱۹۹۸،" ابابیلیں لوٹ آئیں گی" ۲۰۰۰،"یمبرزل ۲۰۰۴ اور" میرے رخت سفر" ۲۰۰۸ ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے شعری مجموعوں میں" بھادوں کے چاند تلے ۲۰۰۵" پرانی کتابوں کی خوشبو"، ۲۰۰۹" زیرہ سبزہ محو خواب ہے"، ۲۰۱۵ کو بھی ادبی دنیا میں کافی سراہا گیا ہے۔ ترنم ریاض کے افسانوں کا کینوس کافی وسیع ہے انہوں نے اپنے افسانوں کے موضوعات اپنے اردگرد کے معاشرے سے لیے ہیں۔ ترنم ریاض کو بچپن سے ہی کہانی سننے اور پڑھنے کا شوق تھا وہ کہانی لکھنے کے متعلق اپنے افسانوی مجموعہ" یہ تنگ زمین" کے ابتدائیہ میں لکھتی ہیں کہ:

> ''کہانی سے میرا باقاعدہ تعارف تب ہوا تھا جب میری آپا میٹرک میں پڑھتی تھی۔ ان کی اردو کی نصابی کتاب میں، میں نے پریم چند کی دو کہانیاں پڑھی تھیں انہی دونوں میں نے اپنی کہانی مصور لکھی تھی۔ اس وقت ریڈیو کشمیر سرینگر میں بچوں کے پروگرام کی باقاعدہ آرٹسٹ تھی۔ لیکن یہ کہانی مجھ سے نوجوانوں کے پروگرام میں پڑھائی گئی تھی، جس کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ کہانی کے ذریعہ

بہت سی باتیں کی جاسکتی ہیں، یا سمجھائی جاسکتی ہیں۔'' ۱؎

ترنم ریاض کا تعلق ایک ادبی گھرانے سے تھا گھر کے ماحول اور رجحان نے ان کے اندر کہانیاں لکھنے کا شوق پیدا کیا ان کی ادبی کہانیاں پھر تواتر کے ساتھ اخبارات کی زینت بننے لگیں۔ انہوں نے اپنے افسانوں میں کشمیر کی خوبصورتی کو بڑے موثر انداز میں پیش کیا ہے۔ ایک طرف جہاں انہوں نے کشمیر کی خوبصورتی، وہاں کے برف پوش پہاڑوں، آبشاروں، ندی نالوں، سرسبز شاداب میدانوں، گھنے جنگلوں جیسے موضوعات کو اپنے افسانوں میں پیش کیا ہے وہیں دوسری طرف کشمیر کی مظلوم عوام کی آہ، ماؤں کی سسکیاں، عورتوں پر کی جانے والی زیادتیاں، افلاس، تشدد، عورت کی مجبوری اور بے بسی کو بھی بڑی بے باکی سے اپنے افسانوں میں سمویا ہے۔ ان کے کئی شاہکار افسانے ہیں، جن کو اُردو دنیا میں کافی سراہا گیا ہے، میرا پیا گھر آیا، یہ تنگ زمین، پورٹریٹ، باپ، یمبر زل، شہر، بلبل، کانچ کے پردے گونگی ناخدا وغیرہ ان کے شاہکار افسانے ہیں میرا پیا گھر آیا ان کا ایک بہترین افسانہ ہے جس میں ایک ایسی عورت کی کہانی پیش کی گئی ہے جو اپنے شوہر کی برائی اور بے توجہی کو خوشی سے برداشت کر لیتی ہے اور کبھی بھی ان پر اعتراض نہیں کرتی۔ وہ ایک صابر اور پاکیزہ عورت ہے اور اس کا شوہر شہیر شادی کے بعد دوسری عورتوں کی محبت کا مرکز بن جاتا ہے اور ان کے ساتھ ناجائز تعلقات قائم کر لیتا ہے۔ شوہر کی ان حرکتوں سے اس کی بیوی شمع ذہنی طور پر پریشان رہتی ہے اور ایک بابا کے دربار سے منسلک ہوجاتی ہے اور وہ اپنا تعلق خدا کے ساتھ جوڑ لیتی ہے اور ہمیشہ صبر وتحمل سے کام لیتی ہے اور یہی صبر بل آخر اس کے شوہر کو احساس دلاتا ہے کہ ایک عورت کا صبر وتحمل اور اس کی ذہنی کشمکش اور بے بسی کس حد تک ہلچل پیدا کر سکتی ہے۔ اس کے متعلق ترنم ریاض اپنے افسانہ میرا پیا گھر آیا میں یوں رقمطراز ہیں:۔

> ''شمع کا رشتہ آنسوؤں سے جڑ گیا اور خدا کے حضور شکایتوں کا دفتر کھل گیا۔ حالات کا یہ کڑوا زہر اکیلے کیسے پی جاتی اسے کسی کا سہارا تو چاہیے تھا۔ وہ دن بھر شام کے انتظار میں بجھی بجھی رہتی۔ شام سلگنے لگتی اور شب بھر قطرہ قطرہ آنسو بن کر بہتی رہتی۔ اسے اس گھر سے، اس مکینوں سے، زندگی سے نفرت سی ہوگئی تھی۔ اس پر اس کی ننھی سی بیٹی کی زندگی کا انحصار نہ ہوتا تو شاید کچھ کر بیٹھتی۔'' ۲؎

اس افسانہ میں ترنم ریاض نے عورت کی بے بسی، صبر اور مجبوری کو بڑے موثر انداز میں پیش کیا ہے اور یہ دکھانے کی کوشش کی ہے کہ ایک عورت اپنے بچوں کے لئے زندگی کی تکلیفوں اور پریشانیوں کو تو برداشت کر سکتی ہے لیکن وہی عورت اس وقت زندہ لاش بن جاتی ہے جب اس کا شوہر اس کے ہوتے ہوئے دوسری عورت میں دلچسپی لینا شروع کر دے، تو وہ اذیت عورت کے لیے موت سے کم نہیں ہوتی۔ ایک شادی شدہ عورت کے لیے اپنا شوہر ہی سب کچھ ہوتا، جب وہ اپنے شوہر کی بے توجہی اور انا پرستی کا شکار بن جاتی ہے تو اس وقت اس کے لیے اپنی اولاد ہی سب کچھ ہوتی ہے۔ وہ اپنے بچوں کے سہارے ہی زندگی جینا شروع کر دیتی ہے۔ بچوں کی خاطر عورت سب اذیتیں برداشت کر لیتی ہے۔ افسانہ میں ترنم ریاض نے ایک عورت کی اذیت ناک روداد پیش کی ہے اور یہ بھی بتانے کی کوشش کی ہے کہ مشکل وقت میں صبر سے کام لینا چاہیے اور صبر وتحمل سے مشکل سے مشکل کام بھی آسان ہوجاتے ہیں۔ ترنم ریاض کا خاص موضوع عورت ہے انہوں نے اپنے افسانوں میں عورت پر کی جانے والی زیادتیاں، ظلم جبر، تشدد، ناانصافیاں، جنسی استحصال، وغیرہ کے خلاف آواز بلند کی ہے افسانہ باپ، بلبل، تعبیر، کانچ کے پردے، جالے، دھندلے آئینے، وغیرہ اس کی زندہ مثالیں ہیں، باپ دنیا میں اپنی اولاد کے لیے سب سے زیادہ قابل بھروسہ اور قابل احترام شخص ہوتا ہے۔ وہ اپنی بیٹیوں کا محافظ ہوتا ہے اگر وہی باپ محافظ کے بجائے حیوانیت پر اتر آئے تو پھر دنیا کے کسی بھی شخص پر بھروسہ نہیں کیا جاسکتا، موصوفہ نے افسانہ باپ میں ایک ایسے ہی باپ کی نقاب کشائی کی ہے جو اپنی بیٹیوں کو ہوس زادہ نگاہوں سے دیکھتا ہے اور وہ اپنی لخت جگر کے ساتھ جنسی استحصال کرتا

رہا پھر وہی بیٹیاں باپ کے خلاف بغاوت کرتی ہیں۔ افسانہ یہ تنگ زمین میں بھی ترنم ریاض نے کشمیر کے حالات اور وہاں کے بچوں کی نفسیاتی کشمکش کو بڑی بے باکی سے پیش کیا ہے اس افسانے کا اہم کردار ایک معصوم بچہ ہے جو کبھی قدرت کے حسین مناظر میں کھیلنا پسند کرتا تھا، تتلیوں کے پیچھے بھاگنا، پرندوں کے بول بولنا، کھلونے کے ساتھ کھیلنا، رقص وموسیقی میں دلچسپی لینا اور قدرتی مناظر، پیڑ پودے، اور مٹی کے ساتھ کھیلنے میں اسے خوشی محسوس ہوتی تھی لیکن اب وہی بچہ بدل چکا ہے۔ کشمیر کی ہنگامی صورتحال نے وہاں کے بچوں کے ذہنوں کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی انسان گولیوں کا نشانہ بن رہا ہے۔ وہاں کے بچے اپنے اردگرد جو دیکھ رہے ہیں انہی چیزوں میں ان کی دلچسپی بڑھتی جا رہی ہے کشمیر کے معصوم بچوں کے ذہنوں میں بھی بندوقوں کا کھیل اور گولیوں کی آوازیں گونج رہی اور ان ذہنوں میں آوازیں پنپ رہی ہیں جس کا نقشہ مصنفہ نے اپنے افسانہ یہ تنگ زمین میں یوں کھینچا ہے۔

> ’’شی۔۔۔۔۔۔ادھر نہیں جانا۔۔۔۔۔۔۔فائرنگ ہو رہی ہے، وہ مجھے خبردار کرتے ہوئے سر گوشی میں بولی۔ اندر جھانکا تو عجیب منظر دیکھا۔ سارے گھر کے تکیے اور سرہانے ایک کے اوپر ایک اس طرح سے رکھے ہوئے تھے جیسے ریت کی تھیلیاں رکھ کر مورچے بنائے جاتے ہیں۔ وہ درمیان میں اوندھا لیٹا ہوا ایک بڑی سی لکڑی کو بندوق کی طرح پکڑے منہ سے مختلف طرح کی گولیوں کی آوازیں نکال رہا ہے۔ اور اس کے دائیں بائیں میرے دونوں بیٹے اپنی پرانی چھوٹی چھوٹی بندوقیں لیے ہوئے اس کا ساتھ رہے ہیں۔ وہ جیسے حکم کرتا وہ دونوں ویسا ہی کرتے کبھی ایک بھاگ کر ایک کونے میں گھستا، کبھی دوسرا دوسرے کونے میں یہ عمل دہراتا۔ کبھی ایک بک ریک کی آڑ میں ہو کر کودتا۔ کبھی دوسرا الماری کے پیچھے چھپ کر، جست لگا کر دیوار کے ساتھ چپک جاتا۔ اور وہ خود مورچہ سنبھالے، کبھی ان کو ہدایت کرتا کبھی ان پر بندوق تان دیتا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اب یہ ہی اس کا پسندیدہ کھیل تھا۔ وہ میٹھی بولیاں، وہ رقص، وہ موسیقی، بھول چکا ہے۔۔۔‘‘ ۳؎

ترنم ریاض کے افسانوں میں جموں وکشمیر کے ماحول اور حالات کا عکس صاف طور پر نمایاں ہے اور بطور خاص انہوں نے کشمیر کے سیاسی پس منظر کو آڑے ہاتھوں لیا ہے۔ سیاست کے متعلق انہوں نے بڑی بے باکی سے بات کی ہے اور سیاست پر طنز کسا ہے اور یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ کشمیر کی ہنگامی صورتحال نے معصوم بچوں کے ذہنوں کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ ان کا ایک شاہکار افسانہ شہر ہے اس افسانے میں انہوں نے شہری زندگی کے مسائل و معاملات اور وہاں کی پریشانیوں کو بڑے موثر انداز میں بیان کیا ہے۔ شہر میں بسنے والے لوگوں کی لاتعلقی اور بے رخی کو عیاں کیا ہے اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ شہری لوگ اپنی غرض سے ہی ایک دوسرے کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور عام طور پر وہ ایک دوسرے سے بے خبر ہوتے ہیں۔ اس کہانی کا مفہوم یوں ہے کہ ایک عورت اپنے دو بچوں کے ساتھ شہر میں مقیم ہو جاتی ہے ان کا شوہر دوسرے شہر میں نوکری کرتا ہے۔ ان کے دو معصوم بچے ہیں اچانک بند فلیٹ میں ماں کا انتقال ہو جاتا ہے۔ دونوں بچے اتنے ناسمجھ ہیں کہ وہ دونوں موت کے مفہوم کو نہیں سمجھ سکے، وہ بچے ماں ماں پکارتے ہیں ماں کی موت ہو چکی ہوتی ہے۔ جب ماں کی لاش کی بو ادھر ادھر پھیلتی ہے تو آس پاس کے لوگوں کو ماں کی موت کا پتہ چلتا ہے۔ اس منظر کو ترنم ریاض اپنے افسانہ شہر میں یوں پیش کیا ہے:۔

> ’’ممی،، اس نے ممی کو پوری طاقت سے جھنجھوڑا مگر ممی بے حسی و حرکت پڑی رہیں۔ وہ کچھ دیر گم سم سا بیٹھا رہا۔ پھر ثوبیہ کے قریب جا کر اس نے اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے آنسو پونچھے ××

نہیں رونا ثوبی،، ممی سو رہی ہے، مگر ثوبی تھی کہ چپ ہی نہیں ہو رہی تھی ××× چپ ہو جا،، وہ چیخا اور ساتھ ہی دھاریں مار مار کر رونے لگا،، جانے کب تک دونوں بہنیں بھائی روتے رہے مگر امی نے چپ ہی کرایا نہ کچھ بولیں۔‘‘ ۴؎

ترنم ریاض نے اس کہانی میں نہ صرف معصوم بچوں کی سسکیوں اور شہری زندگی کا تجزیہ کیا ہے بلکہ شہر میں بسنے والے لوگوں کی بے توجہی، لاتعلقی اور بے رخی کو بھی طنز کا نشانہ بنایا ہے اور ساتھ میں یہ پیشن گوئی بھی کی ہے کہ آئندہ فلیٹوں میں کیا کیا مشکلات پیش آسکتی ہیں۔

ان کا افسانہ یمبر زل کشمیر کے علاقے کی عکاسی کرتا ہے یاور، یوسف، نکی باجی اس افسانے کے مرکزی کردار ہیں جو ہمیشہ اپنے مستقبل کو بہتر بنانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں اس افسانے میں موصوفہ نے کشمیر کے سیاسی سماجی، معاشی اور اقتصادی حالات کو سامنے لاتے ہوئے یہ عیاں کرنے کی کوشش کی ہے کہ وہاں کے لوگ کس طرح کے ماحول میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ ان کے دلوں میں ہمیشہ خوف اور ڈر کا ماحول رہتا ہے۔ ہر دن کرفیو، دھماکہ اور ہڑتال کی آوازیں انہیں سننے کو ملتی ہیں۔ بے گناہ لوگوں کو شک کی بنیاد پر گولی مار دینا، اسکول اور کالجوں کو بند کر دینا، چھاپے پڑنا، مخبری اور بچوں کا ذہنی دباؤ کا شکار ہو جانا جیسے پیچیدہ مسائل کو انہوں نے اس افسانے میں بیان کیا ہے، اور یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ وہاں کے لوگوں کو کس طرح کی مصیبتوں اور پریشانیوں کا آئے دن سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اس افسانے میں انہوں نے سیاسی نظام پر سخت طنز کیا ہے۔ ترنم ریاض نے اپنے بیشتر افسانوں میں عورت اور عورت پر معاشرے میں کیا جانا والے ظلم و جبر، ناانصافیوں، اور عورت کے نسوانی احساسات وجذبات کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے۔ ان کا محبوب موضوع عورت ہے۔ عورت کو انہوں نے کئی زاویوں سے دیکھا ہے، خود صنفِ نازک ہونے کے ناطے ہر مظلوم عورت کے درد کو خود پر محسوس کیا ہے اور پھر ان اندرونی کیفیات کو الفاظ کے مادے سے کاغذ پر تصویر بنا کر پیش کیا ہے۔ انہوں نے تانیثی ادب کو بھی پروان چڑھایا ہے۔ وہ تانیثی ادب کی ایک منفرد آواز ہیں انہوں نے ہمیشہ عورتوں کے حقوق کے لیے آواز بلند کی ہے اور عورت کو اس کا اصلی رتبہ دلانے کی بات کرتی رہی ہیں۔ عورتوں کی ازدواجی زندگی، مردوں کی طرف سے کی جانے والی زیادتیاں، عورتوں پر معاشرے کا دباؤ، گھریلو مجبوریاں، ذہنی دباؤ، حقوق کی حق تلفی جیسے موضوعات کو انہوں نے اپنے افسانوں میں اجاگر کیا ہے اردو کے مشہور نقاد پروفیسر وارث علوی ترنم ریاض کی تخلیقی وفنی بصیرت کے حوالے سے یوں رقمطراز ہیں:

’’ترنم ریاض کے افسانوں کو پڑھ کر پہلا احساس یہ ہوا کہ وہ ایک غیر معمولی صلاحیت کی افسانہ نگار ہیں لیکن کوئی ناقد یہ شناخت قائم کرتا نظر نہیں آتا یعنی ایسا لگتا ہے کہ نقاد کے دل میں ایک خوف سا ہے کہ اگر انہوں نے اس خاتون کو دوسرے سے الگ کیا یا بہتر بتایا تو دوسرے ناراض ہو جائیں گے اس لیے عافیت اسی میں ہے کہ انہیں ساتھ ساتھ ہی چلنے دو یعنی فہرستی ریوڑ سے الگ نہ کرو۔ اس رویے سے دوسرے افسانہ نگاروں کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا لیکن ترنم ریاض کا نقصان ہو جاتا ہے۔ ان کی انفرادیت قائم نہیں ہو پاتی۔۔۔۔۔‘‘ ۵؎

الغرض یہ کہ ترنم ریاض کے افسانوں کے مطالعہ سے یہ احساس ہوتا ہے کہ انہوں نے انسانی زندگی کے تمام پہلوؤں کو اجاگر کیا ہے ان کے افسانوں کے کردار معاشرے کے وہ افراد ہیں جو ظلم و جبر، افلاس، تشدد، حیوانیت اور ناانصافیوں کے شکار ہیں انہوں نے افسانے کو نئی جہتوں اور نئے تجربوں سے بھی روشناس کرایا ہے۔ ان کی متعدد کہانیوں میں نسائی شعور اور نسائی تہذیب وثقافت کی جھلک بھی دیکھائی دیتی ہے وہ ایک شریف النفس اور ذہین خاتون تھیں۔ وہ انسانیت اور ہمدردی کا پیکر تھیں ان کی تحریروں سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ان کے دل میں محبت، خلوص، رحم دلی، ممتا اور ایثار و قربانی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھیں۔ ترنم ریاض کے افسانوں کی زبان صاف، سادہ سلیس اور شگفتہ ہے اور ان کی یہی سادگی قاری کو اپنی

طرف متوجہ کر لیتی ہے ان کے افسانے پلاٹ، کردار، اسلوب، منظر نگاری، جزئیات نگاری، زبان و بیان اور ہر لحاظ سے کامیاب اور مکمل ہیں وہ اپنی تخلیقات کی وجہ سے ہمیشہ اردو ادب میں زندہ رہیں گی۔

حوالہ جات:۔

۱۔ ترنم ریاض، یہ تنگ زمین، ماڈرن پبلشنگ ہاوس، دریا گنج نئی دہلی ۱۹۹۸ء ص ۹

۲۔ ترنم ریاض، ابابیلیں لوٹ آئیں گی، نرالی دنیا پبلی کیشنز دریا گنج نئی دہلی، ۲۰۰۰ء ص ۱۹۶

۳۔ ترنم ریاض، یہ تنگ زمین، ماڈرن پبلشنگ ہاوس، دریا گنج نئی دہلی ۱۹۹۸ء ص ۱۶

۴۔ ترنم ریاض، ابابیلیں لوٹ آئیں گی، نرالی دنیا پبلی کیشنز دریا گنج نئی دہلی، ۲۰۰۰ء ص ۱۰۸

۵۔ وارث علوی، گنجفہ بازِ خیال، ماڈرن پبلشنگ ہاوس، دریا گنج نئی دہلی ۲۰۰۷ء ص ۱۲۱